

ڈاکٹر جے ایم۔ ایس بالجن
ترجمہ
پروفیسر ولی۔ ایس۔ طاہر علی

عبداللہ سندھی اور شاہ ولی اللہ قرآن نظریات میں مقابلہ کے

(سندھ پر عالمی حصہ مذکورے میں صہرا بالینڈ کے مشہور مستشرق
ڈاکٹر بالجن نے انگریزی میں تھا ایک مقالہ پڑھا
جس سے کایہ ترجمہ ہے۔)

عبداللہ سندھی (۱۸۷۶ء تا ۱۹۴۳ء) نے تو سندھ میں پیدا ہوئے اور نہ ہی انہوں نے سندھ میں اپنی زندگی کا بیشتر حصہ رزارا۔ پھر بھی وہ خود کو "سندھی" لکھنا پسند کرتے تھے۔ ظاہر ہے اس کی کوئی وجہ ہونی چاہیے۔ اور اس کو سمجھنا ہمارے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ ان کی پرانا شوب زندگی میں سندھ تین بار ان کے لیے جائے یا ناہ رہا اور لوگوں کی غافلیت ثابت ہوا۔ یہیں ان کو ذکر و فکر کے موقع نصیب ہوئے۔ پسندوں برس کی خر میں انہوں نے شمالی پنجاب میں اپنے سکھ خانوادے کو خیر باد کہا اور سبھی دفعہ سندھ میں قدم رکھا۔ اسی سر زمین میں انہوں نے اسلام کے اصول و قوانین کا یقور مطاعع کیا اور بھر جنڈی ولے حافظ محمد صدیق کے مرید ہو گئے۔ ایک قبیل مدت کے بعد وہ بھاول پور گئے اور ۱۸۸۷ء میں دارالعلوم دیوبند میں شاگردگی حیثیت سے بھرپور ہوئے۔ دارالعلوم سے درستارِ فضیلت

حاصل کرنے کے بعد انہوں نے پھر سندھ کا رخ کیا اور بحیثیت معلم سندھی کو اپنا سکن قرار دیا۔ ۱۹۶۷ء میں ان کو پھر دیوبند جانپڑا اور ۱۹۶۸ء میں انہوں نے اپنی جلاوطنی کے پھونس سال کے اختتام پر تیری بار پھر سندھ میں وردویا۔ اب کی دفعہ شاگردوں نے انھیں ایسا گھیرا کہ وہ یہیں رہے اور شاہ ولی اللہ کی تعلیمات پر مفصل خطبات دینے لگے۔

عبداللہ اپنے سیاسی کاموں کی وجہ سے بہ نسبت علمی کارناموں کے زیادہ مشہور ہیں۔ ان کی بدشیر کوششیں شاہ ولی اللہ کے بتائے ہوئے اصول اور اس پر عمل کرنے کے تناج پر مرکوز تھیں۔ الہام الرحمن میں وہ شاہ ولی اللہ کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان معلوم ہوتے ہیں۔ مگر اس میں ایک آدھ جلد پر شاہ صاحب اور ان متبوعین پر چوٹ کر گئے ہیں اور بتایا ہے کہ یہ حضرات صرف فنظریاتی تھے اور نظریات کو علی جاہنہ پہنچ سکے۔ گرچہ ساتھ ہی ساتھ کشادہ ولی سے یہ بھی کہہ گئے ہیں کہ شاید یہ لوگ حالات سے مجبور تھے۔

بلے جانتے ہو گا اگر ہم عبد اللہ کے سندھ پر اثر و رسوخ سے بحث کرتے ہوئے ان کے علمی کارناموں پر بھی کچھ کہیں کیونکہ انہوں نے بالخصوص سندھ میں اپنی معلمات زندگی کا آغاز کیا تھا۔ میری رائے میں تو یہ بہت ضروری ہے۔ یہ میں الاقوامی مذکورہ درحقیقت ان کی اس تنقید کا جواب ہے جو مذکورہ کتاب میں موجود ہے۔ وہ کہتے تھے کہ مسلمانوں سندھ میں قاسم کے نام پر فخر تو ضرور کرتے ہیں مگر اس تامور فرزندِ اسلام کے بارے میں ان کا علم چھپ کر برابر ہے۔ جو کچھ تاریخی کام انہوں نے خود کیا وہ ان کی رائے میں ہندو اور انگریزوں کی معیت میں ہوا ہے مسلمان قواں یا ان میں بالکل کوئے نہیں۔ کام اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ میں نے اس موضوع کو کیوں پسند کیا ہے؟ اس جواب یہ ہے کہ ۱۹۶۸ء میں جب میں حیدر آباد آیا تو میرے کرم فرماء استاذ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی نے مجھے عبد اللہ سندھی کی دو کتابیں بطور مددیہ دیں۔ یہ دونوں کتابیں قرآن پر لکھی ہوئی تھیں۔ میرا خیال ہے کہ میں ان کتابوں کی اس سے زیاد اچھی

رسید کیا دوں کمیں اپنے غارم طالعہ کا خلاصہ اس مذکورے میں پیش کروں جس کی
شرکت کا شرف مجھ کو حاصل ہوا ہے۔

عبداللہ اور شاہ ولی اللہ کا قرآنی نظریات میں تقابل اس لیے مرحل ہے کہ عبد اللہ
نے اپنی تفسیر میں شاہ صاحب کو دلیل راہ مانائے ہے اور ان کو اپنے خیالات کا سرحدیہ گذا
ہے۔ اسی وجہ سے مجھے ترغیب ہوئی کہ میں معلوم کروں کہ ان دونوں حضرات میں کس
حد تک ہم آہنگی ہے اور کہاں کہاں انہوں نے ایک دوسرے کے نقطہ نظر سے
گزین کیا ہے۔

عبداللہ قدم قدم شاہ ولی اللہ کا تشیق کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ انہوں نے شاہ
ولی اللہ کے مخاورات اور اضطرابات کو بے دریغ استعمال کیا ہے۔ ملاحظہ ہو جاتی
القدس ، الملأ الاعلى ، الملأ الساقل ، البلى العظيم ، النفس الرحماني وغیره وغیره۔ سورہ
آل عمران کی تفسیر میں وہ لکھتے ہیں کہ الفرقان کے معنی وہ قدسی صفت ہے جس سے
متصنف ہو کر ایک انسان حظیرہ القدس کی یا توں سے آگاہ ہوتا ہے۔ یہ تطابق ہمیں اور
بھی کلی طور پر نظر آتا ہے جب ہم سورہ البقرہ کی ۳۷ ویں آیت کو ان کی تفسیر میں پڑھتے
ہیں۔ عبد اللہ کہتے ہیں کہ خدا نے یہ حکم اس لیے دیا تھا کہ فرشتے سمجھ لیں کہ آدم اور ان کی
ولاد کے لیے ہو کچھ وہ کریں گے حق تعالیٰ کی عبادت میں شمار کیا جائے گا اور آدم اور ان کی
ولاد فرشتوں کی عبادت کے لیے قبلہ ثابت ہوں گے۔ شاہ صاحب نے بھی تاویل الاحادیث
میں لکھا ہے کہ درحقیقت فرشتوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت مقصود تھی لہذا انہوں
نے آدم اور ان کی اولاد کا توسل اختیار کیا چنانچہ وہ فرشتوں کے لیے قبلہ ثابت ہوئے۔
اسے گلے کر عبد اللہ ایک اور ثبوت "وفاداری بشرط استواری" ہم پہنچاتے ہیں اور
مسئلہ تطبیق پر زور دیتے ہوئے بتاتے ہیں کہ قرآنی آیات کا ایک دوسرے سے باقاعدہ
ربط ہے۔ شاہ صاحب بھی تفہیماتِ الہمیہ (۱-۲۸) میں لکھتے ہیں کہ اعتقادِ درست رکھنے

لہ وَإِذْ قَلَّتِ الْبَلِيلَكَيْةُ اسْجَدُوا لِلَّادَمَ (ترجمہ) جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کے سامنے بیوی کو

کا ایک لازمی طریقہ یہ ہے کہ ہر انسان قرآن خود پڑھے اور سمجھنے کی کوشش کرے۔ ان کی یہ آرزو سہیشہ رہی کہ اساتذہ اپنے شاگردوں کو بار بار تلقین کرتے رہیں کہ قرآن کو غیر ترجیح یا تفسیر پڑھا جائے۔

ان دونوں حضرات نے جہاد پر خاص طور سے زور دیا ہے۔ سورہ البقرہ کی ۱۰۸ ویسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے عبید اللہ تکہتے ہیں کہ فرشتے یہ بات ہرگز نہ کہتے اگر انھیں معلوم ہوتا کہ سلطنت کی بنیاد قرآن پر رکھتے ہے جنگ و جدال ایک لازمی شے ہو جاتی ہے۔ سورہ النساء کی ۲۳۰ ویسی آیت کے متعلق رقمطران ہیں کہ اگر ایک ہی وقت میں جہاد کا حکم ہو اور تنماز کا بھی تو جہاد کے حکم کو تنماز کے حکم پر ترجیح دی جائے گی۔ شاہ ولی اللہ نے بھی اپنے ایک خطبے میں مسلمان بادشاہوں سے خطاب کر کے کہا ہے کہ

”ہمارے زبانے کے الملا الاعالیٰ کا یہ پیغام ہے کہ تم اپنی تواروں کو نیا سے باہر نکالو اور ان کو نیام میں شرکھو بھبھت ک کہ مسلمانوں اور مشکونوں کے درمیان حدفاصل قائم نہ ہو جائے۔“

سورہ النساء کی ۲۳۰ ویسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے عبید اللہ تکہتے ہیں کہ مفسرین کی یہ غلطی ہے کہ وہ منافقین کے اساب و مواقع کو مکہ اور مدینہ کی تاریخ میں ڈھونڈتے ہیں۔ اس سے تو یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ قرآن حقیقت میں صرف عربوں کے لیے نازل ہوا تھا۔ بھی انداز فکر شاہ ولی اللہ کا ہے۔ انھوں نے الفوز الکبیر (صفحو ۲۱) میں اساب نزول کی اہمیت پر تصور دینے والوں کو تنبیہ کی ہے۔ ان دونوں حضرات کا خیال تھا کہ قرآن کو سمجھنے کیلئے یہ یاد رکھنا اذیس ضروری ہے کہ انبیاء کرام پر جو آیات نازل ہوئیں وہ ان کے وقت اور حالات کے مطابق تھیں۔

لَهُ فَإِذَا أَطْمَأْنَتُمْ فَاقْرِبُوهُ الصَّلَاةَ جب تم مطمئن ہو جاؤ تو تنماز ادا کرو۔

۲۰۷ سَرَایتَ الْمُنَافِقِينَ يَصْدُدُونَ عَنْكُمْ صُدُودًا۔ تم دیکھتے ہو کہ منافقین تھارے راستے نہ رکاوٹیں کھڑی کر دیتے ہیں۔

اسی طرح عبید اللہ نے سورہ آل عمران کی ۹۱ ویں آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ مقام ابراہیم اور حجر اسود پر لئے زمانے کی عبادت کی نشایاں ہیں۔ حضرت ابراہیم نے اپنے زمانے کے دستور کے مطابق سنگ اسود کو ایک مخصوص مقام پر اس لیے رکھا تاکہ اپنی معلوم ہو کر کون کون شخص اس کو پہنچتا ہے اور ان کے عہد و پیمان میں شرکیہ ہے۔ تفہیماتِ الہیہ (جلد ۲ صفحہ ۶۶) میں شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ حقیقت وہی ہے جو اپنے زمانے سے مطابقت رکھتی ہو۔ قرآن کی یہی امتیازی خصوصیت ہے کہ اس کا ذریعہ حالات کے مطابق ہوا ہے۔ الغوز الکبیر میں وہ لکھتے ہیں کہ قرآنی تعلیمات کا ذریعہ قدم ہیوں کے طرزِ تحریر کے مطابق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنی قوانین میں شوفیہوں والا احتمال ہے اور وہ شرائط لکھنے لگتے ہیں جو موشکافی اور پیش بندی کے لیے رکھے جاتے ہیں۔ چند امور میں عام حالات کا جانتا ہے جو ضروری ہوتا ہے اور ان پر میسونٹیصرے موجود ہیں مگر ان میں منطبق دلائل نہیں ہیں اور بعد میں آئے والے مضمون کے ساتھ ربط نہیں رکھا گیا ہے۔ اس قسم کا طرز علمائے متاخرین میں پایا جاتا ہے۔ اسی کتاب میں کوئی تیس صفحوں کے بعد شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ قرآن میں اسی تطبیق قابلِ اعتنا نہیں سمجھی گئی۔ ایک ہی وقت میں نازل شدہ آیات اللہ الک مقامات پر بعض وقت بیان کی گئی ہیں۔ مثال کے طور پر سورہ البقرہ کی ۱۳۹ ویں آیت کو دیکھئے۔ یقیناً یہ آیت نمبر ۱۳۹ سے قبل نازل ہوئی ہوگی۔ قرآن کا کام پڑائیتے کی تلقین کرنے ہے کہ اپنے پیغام کے تمام پیلوں کا تسلسل قائم رکھنا۔ جب آئتیں بار بار دہراتی جاتی ہیں تو وہاں ”استحضار“ معقصود ہوتا ہے۔

لَهُ فِيهِ أَيَّاتٌ أَبْيَنَتْ مَقَامَ إِبْرَاهِيمَ -

۲۰۷۴۵
۲۰۷۴۶
۲۰۷۴۷
۲۰۷۴۸
۲۰۷۴۹
۲۰۷۵۰
۲۰۷۵۱
۲۰۷۵۲
۲۰۷۵۳
۲۰۷۵۴
۲۰۷۵۵
۲۰۷۵۶
۲۰۷۵۷
۲۰۷۵۸
۲۰۷۵۹
۲۰۷۶۰
۲۰۷۶۱
۲۰۷۶۲
۲۰۷۶۳
۲۰۷۶۴
۲۰۷۶۵
۲۰۷۶۶
۲۰۷۶۷
۲۰۷۶۸
۲۰۷۶۹
۲۰۷۷۰
۲۰۷۷۱
۲۰۷۷۲
۲۰۷۷۳
۲۰۷۷۴
۲۰۷۷۵
۲۰۷۷۶
۲۰۷۷۷
۲۰۷۷۸
۲۰۷۷۹
۲۰۷۸۰
۲۰۷۸۱
۲۰۷۸۲
۲۰۷۸۳
۲۰۷۸۴
۲۰۷۸۵
۲۰۷۸۶
۲۰۷۸۷
۲۰۷۸۸
۲۰۷۸۹
۲۰۷۹۰
۲۰۷۹۱
۲۰۷۹۲
۲۰۷۹۳
۲۰۷۹۴
۲۰۷۹۵
۲۰۷۹۶
۲۰۷۹۷
۲۰۷۹۸
۲۰۷۹۹
۲۰۷۱۰
۲۰۷۱۱
۲۰۷۱۲
۲۰۷۱۳
۲۰۷۱۴
۲۰۷۱۵
۲۰۷۱۶
۲۰۷۱۷
۲۰۷۱۸
۲۰۷۱۹
۲۰۷۲۰
۲۰۷۲۱
۲۰۷۲۲
۲۰۷۲۳
۲۰۷۲۴
۲۰۷۲۵
۲۰۷۲۶
۲۰۷۲۷
۲۰۷۲۸
۲۰۷۲۹
۲۰۷۳۰
۲۰۷۳۱
۲۰۷۳۲
۲۰۷۳۳
۲۰۷۳۴
۲۰۷۳۵
۲۰۷۳۶
۲۰۷۳۷
۲۰۷۳۸
۲۰۷۳۹
۲۰۷۴۰
۲۰۷۴۱
۲۰۷۴۲
۲۰۷۴۳
۲۰۷۴۴
۲۰۷۴۵
۲۰۷۴۶
۲۰۷۴۷
۲۰۷۴۸
۲۰۷۴۹
۲۰۷۴۱۰
۲۰۷۴۱۱
۲۰۷۴۱۲
۲۰۷۴۱۳
۲۰۷۴۱۴
۲۰۷۴۱۵
۲۰۷۴۱۶
۲۰۷۴۱۷
۲۰۷۴۱۸
۲۰۷۴۱۹
۲۰۷۴۲۰
۲۰۷۴۲۱
۲۰۷۴۲۲
۲۰۷۴۲۳
۲۰۷۴۲۴
۲۰۷۴۲۵
۲۰۷۴۲۶
۲۰۷۴۲۷
۲۰۷۴۲۸
۲۰۷۴۲۹
۲۰۷۴۳۰
۲۰۷۴۳۱
۲۰۷۴۳۲
۲۰۷۴۳۳
۲۰۷۴۳۴
۲۰۷۴۳۵
۲۰۷۴۳۶
۲۰۷۴۳۷
۲۰۷۴۳۸
۲۰۷۴۳۹
۲۰۷۴۴۰
۲۰۷۴۴۱
۲۰۷۴۴۲
۲۰۷۴۴۳
۲۰۷۴۴۴
۲۰۷۴۴۵
۲۰۷۴۴۶
۲۰۷۴۴۷
۲۰۷۴۴۸
۲۰۷۴۴۹
۲۰۷۴۵۰
۲۰۷۴۵۱
۲۰۷۴۵۲
۲۰۷۴۵۳
۲۰۷۴۵۴
۲۰۷۴۵۵
۲۰۷۴۵۶
۲۰۷۴۵۷
۲۰۷۴۵۸
۲۰۷۴۵۹
۲۰۷۴۶۰
۲۰۷۴۶۱
۲۰۷۴۶۲
۲۰۷۴۶۳
۲۰۷۴۶۴
۲۰۷۴۶۵
۲۰۷۴۶۶
۲۰۷۴۶۷
۲۰۷۴۶۸
۲۰۷۴۶۹
۲۰۷۴۷۰
۲۰۷۴۷۱
۲۰۷۴۷۲
۲۰۷۴۷۳
۲۰۷۴۷۴
۲۰۷۴۷۵
۲۰۷۴۷۶
۲۰۷۴۷۷
۲۰۷۴۷۸
۲۰۷۴۷۹
۲۰۷۴۸۰
۲۰۷۴۸۱
۲۰۷۴۸۲
۲۰۷۴۸۳
۲۰۷۴۸۴
۲۰۷۴۸۵
۲۰۷۴۸۶
۲۰۷۴۸۷
۲۰۷۴۸۸
۲۰۷۴۸۹
۲۰۷۴۹۰
۲۰۷۴۹۱
۲۰۷۴۹۲
۲۰۷۴۹۳
۲۰۷۴۹۴
۲۰۷۴۹۵
۲۰۷۴۹۶
۲۰۷۴۹۷
۲۰۷۴۹۸
۲۰۷۴۹۹
۲۰۷۵۰۰
۲۰۷۵۰۱
۲۰۷۵۰۲
۲۰۷۵۰۳
۲۰۷۵۰۴
۲۰۷۵۰۵
۲۰۷۵۰۶
۲۰۷۵۰۷
۲۰۷۵۰۸
۲۰۷۵۰۹
۲۰۷۵۱۰
۲۰۷۵۱۱
۲۰۷۵۱۲
۲۰۷۵۱۳
۲۰۷۵۱۴
۲۰۷۵۱۵
۲۰۷۵۱۶
۲۰۷۵۱۷
۲۰۷۵۱۸
۲۰۷۵۱۹
۲۰۷۵۲۰
۲۰۷۵۲۱
۲۰۷۵۲۲
۲۰۷۵۲۳
۲۰۷۵۲۴
۲۰۷۵۲۵
۲۰۷۵۲۶
۲۰۷۵۲۷
۲۰۷۵۲۸
۲۰۷۵۲۹
۲۰۷۵۳۰
۲۰۷۵۳۱
۲۰۷۵۳۲
۲۰۷۵۳۳
۲۰۷۵۳۴
۲۰۷۵۳۵
۲۰۷۵۳۶
۲۰۷۵۳۷
۲۰۷۵۳۸
۲۰۷۵۳۹
۲۰۷۵۴۰
۲۰۷۵۴۱
۲۰۷۵۴۲
۲۰۷۵۴۳
۲۰۷۵۴۴
۲۰۷۵۴۵
۲۰۷۵۴۶
۲۰۷۵۴۷
۲۰۷۵۴۸
۲۰۷۵۴۹
۲۰۷۵۵۰
۲۰۷۵۵۱
۲۰۷۵۵۲
۲۰۷۵۵۳
۲۰۷۵۵۴
۲۰۷۵۵۵
۲۰۷۵۵۶
۲۰۷۵۵۷
۲۰۷۵۵۸
۲۰۷۵۵۹
۲۰۷۵۶۰
۲۰۷۵۶۱
۲۰۷۵۶۲
۲۰۷۵۶۳
۲۰۷۵۶۴
۲۰۷۵۶۵
۲۰۷۵۶۶
۲۰۷۵۶۷
۲۰۷۵۶۸
۲۰۷۵۶۹
۲۰۷۵۷۰
۲۰۷۵۷۱
۲۰۷۵۷۲
۲۰۷۵۷۳
۲۰۷۵۷۴
۲۰۷۵۷۵
۲۰۷۵۷۶
۲۰۷۵۷۷
۲۰۷۵۷۸
۲۰۷۵۷۹
۲۰۷۵۸۰
۲۰۷۵۸۱
۲۰۷۵۸۲
۲۰۷۵۸۳
۲۰۷۵۸۴
۲۰۷۵۸۵
۲۰۷۵۸۶
۲۰۷۵۸۷
۲۰۷۵۸۸
۲۰۷۵۸۹
۲۰۷۵۹۰
۲۰۷۵۹۱
۲۰۷۵۹۲
۲۰۷۵۹۳
۲۰۷۵۹۴
۲۰۷۵۹۵
۲۰۷۵۹۶
۲۰۷۵۹۷
۲۰۷۵۹۸
۲۰۷۵۹۹
۲۰۷۶۰۰
۲۰۷۶۰۱
۲۰۷۶۰۲
۲۰۷۶۰۳
۲۰۷۶۰۴
۲۰۷۶۰۵
۲۰۷۶۰۶
۲۰۷۶۰۷
۲۰۷۶۰۸
۲۰۷۶۰۹
۲۰۷۶۱۰
۲۰۷۶۱۱
۲۰۷۶۱۲
۲۰۷۶۱۳
۲۰۷۶۱۴
۲۰۷۶۱۵
۲۰۷۶۱۶
۲۰۷۶۱۷
۲۰۷۶۱۸
۲۰۷۶۱۹
۲۰۷۶۲۰
۲۰۷۶۲۱
۲۰۷۶۲۲
۲۰۷۶۲۳
۲۰۷۶۲۴
۲۰۷۶۲۵
۲۰۷۶۲۶
۲۰۷۶۲۷
۲۰۷۶۲۸
۲۰۷۶۲۹
۲۰۷۶۳۰
۲۰۷۶۳۱
۲۰۷۶۳۲
۲۰۷۶۳۳
۲۰۷۶۳۴
۲۰۷۶۳۵
۲۰۷۶۳۶
۲۰۷۶۳۷
۲۰۷۶۳۸
۲۰۷۶۳۹
۲۰۷۶۴۰
۲۰۷۶۴۱
۲۰۷۶۴۲
۲۰۷۶۴۳
۲۰۷۶۴۴
۲۰۷۶۴۵
۲۰۷۶۴۶
۲۰۷۶۴۷
۲۰۷۶۴۸
۲۰۷۶۴۹
۲۰۷۶۵۰
۲۰۷۶۵۱
۲۰۷۶۵۲
۲۰۷۶۵۳
۲۰۷۶۵۴
۲۰۷۶۵۵
۲۰۷۶۵۶
۲۰۷۶۵۷
۲۰۷۶۵۸
۲۰۷۶۵۹
۲۰۷۶۶۰
۲۰۷۶۶۱
۲۰۷۶۶۲
۲۰۷۶۶۳
۲۰۷۶۶۴
۲۰۷۶۶۵
۲۰۷۶۶۶
۲۰۷۶۶۷
۲۰۷۶۶۸
۲۰۷۶۶۹
۲۰۷۶۷۰
۲۰۷۶۷۱
۲۰۷۶۷۲
۲۰۷۶۷۳
۲۰۷۶۷۴
۲۰۷۶۷۵
۲۰۷۶۷۶
۲۰۷۶۷۷
۲۰۷۶۷۸
۲۰۷۶۷۹
۲۰۷۶۸۰
۲۰۷۶۸۱
۲۰۷۶۸۲
۲۰۷۶۸۳
۲۰۷۶۸۴
۲۰۷۶۸۵
۲۰۷۶۸۶
۲۰۷۶۸۷
۲۰۷۶۸۸
۲۰۷۶۸۹
۲۰۷۶۹۰
۲۰۷۶۹۱
۲۰۷۶۹۲
۲۰۷۶۹۳
۲۰۷۶۹۴
۲۰۷۶۹۵
۲۰۷۶۹۶
۲۰۷۶۹۷
۲۰۷۶۹۸
۲۰۷۶۹۹
۲۰۷۷۰۰
۲۰۷۷۰۱
۲۰۷۷۰۲
۲۰۷۷۰۳
۲۰۷۷۰۴
۲۰۷۷۰۵
۲۰۷۷۰۶
۲۰۷۷۰۷
۲۰۷۷۰۸
۲۰۷۷۰۹
۲۰۷۷۱۰
۲۰۷۷۱۱
۲۰۷۷۱۲
۲۰۷۷۱۳
۲۰۷۷۱۴
۲۰۷۷۱۵
۲۰۷۷۱۶
۲۰۷۷۱۷
۲۰۷۷۱۸
۲۰۷۷۱۹
۲۰۷۷۲۰
۲۰۷۷۲۱
۲۰۷۷۲۲
۲۰۷۷۲۳
۲۰۷۷۲۴
۲۰۷۷۲۵
۲۰۷۷۲۶
۲۰۷۷۲۷
۲۰۷۷۲۸
۲۰۷۷۲۹
۲۰۷۷۳۰
۲۰۷۷۳۱
۲۰۷۷۳۲
۲۰۷۷۳۳
۲۰۷۷۳۴
۲۰۷۷۳۵
۲۰۷۷۳۶
۲۰۷۷۳۷
۲۰۷۷۳۸
۲۰۷۷۳۹
۲۰۷۷۴۰
۲۰۷۷۴۱
۲۰۷۷۴۲
۲۰۷۷۴۳
۲۰۷۷۴۴
۲۰۷۷۴۵
۲۰۷۷۴۶
۲۰۷۷۴۷
۲۰۷۷۴۸
۲۰۷۷۴۹
۲۰۷۷۵۰
۲۰۷۷۵۱
۲۰۷۷۵۲
۲۰۷۷۵۳
۲۰۷۷۵۴
۲۰۷۷۵۵
۲۰۷۷۵۶
۲۰۷۷۵۷
۲۰۷۷۵۸
۲۰۷۷۵۹
۲۰۷۷۶۰
۲۰۷۷۶۱
۲۰۷۷۶۲
۲۰۷۷۶۳
۲۰۷۷۶۴
۲۰۷۷۶۵
۲۰۷۷۶۶
۲۰۷۷۶۷
۲۰۷۷۶۸
۲۰۷۷۶۹
۲۰۷۷۷۰
۲۰۷۷۷۱
۲۰۷۷۷۲
۲۰۷۷۷۳
۲۰۷۷۷۴
۲۰۷۷۷۵
۲۰۷۷۷۶
۲۰۷۷۷۷
۲۰۷۷۷۸
۲۰۷۷۷۹
۲۰۷۷۸۰
۲۰۷۷۸۱
۲۰۷۷۸۲
۲۰۷۷۸۳
۲۰۷۷۸۴
۲۰۷۷۸۵
۲۰۷۷۸۶
۲۰۷۷۸۷
۲۰۷۷۸۸
۲۰۷۷۸۹
۲۰۷۷۹۰
۲۰۷۷۹۱
۲۰۷۷۹۲
۲۰۷۷۹۳
۲۰۷۷۹۴
۲۰۷۷۹۵
۲۰۷۷۹۶
۲۰۷۷۹۷
۲۰۷۷۹۸
۲۰۷۷۹۹
۲۰۷۸۰۰
۲۰۷۸۰۱
۲۰۷۸۰۲
۲۰۷۸۰۳
۲۰۷۸۰۴
۲۰۷۸۰۵
۲۰۷۸۰۶
۲۰۷۸۰۷
۲۰۷۸۰۸
۲۰۷۸۰۹
۲۰۷۸۱۰
۲۰۷۸۱۱
۲۰۷۸۱۲
۲۰۷۸۱۳
۲۰۷۸۱۴
۲۰۷۸۱۵
۲۰۷۸۱۶
۲۰۷۸۱۷
۲۰۷۸۱۸
۲۰۷۸۱۹
۲۰۷۸۲۰
۲۰۷۸۲۱
۲۰۷۸۲۲
۲۰۷۸۲۳
۲۰۷۸۲۴
۲۰۷۸۲۵
۲۰۷۸۲۶
۲۰۷۸۲۷
۲۰۷۸۲۸
۲۰۷۸۲۹
۲۰۷۸۳۰
۲۰۷۸۳۱
۲۰۷۸۳۲
۲۰۷۸۳۳
۲۰۷۸۳۴
۲۰۷۸۳۵
۲۰۷۸۳۶
۲۰۷۸۳۷
۲۰۷۸۳۸
۲۰۷۸۳۹
۲۰۷۸۴۰
۲۰۷۸۴۱
۲۰۷۸۴۲
۲۰۷۸۴۳
۲۰۷۸۴۴
۲۰۷۸۴۵
۲۰۷۸۴۶
۲۰۷۸۴۷
۲۰۷۸۴۸
۲۰۷۸۴۹
۲۰۷۸۵۰
۲۰۷۸۵۱
۲۰۷۸۵۲
۲۰۷۸۵۳
۲۰۷۸۵۴
۲۰۷۸۵۵
۲۰۷۸۵۶
۲۰۷۸۵۷
۲۰۷۸۵۸
۲۰۷۸۵۹
۲۰۷۸۶۰
۲۰۷۸۶۱
۲۰۷۸۶۲
۲۰۷۸۶۳
۲۰۷۸۶۴
۲۰۷۸۶۵
۲۰۷۸۶۶
۲۰۷۸۶۷
۲۰۷۸۶۸
۲۰۷۸۶۹
۲۰۷۸۷۰
۲۰۷۸۷۱
۲۰۷۸۷۲
۲۰۷۸۷۳
۲۰۷۸۷۴
۲۰۷۸۷۵
۲۰۷۸۷۶
۲۰۷۸۷۷
۲۰۷۸۷۸
۲۰۷۸۷۹
۲۰۷۸۸۰
۲۰۷۸۸۱
۲۰۷۸۸۲
۲۰۷۸۸۳
۲۰۷۸۸۴
۲۰۷۸۸۵
۲۰۷۸۸۶
۲۰۷۸۸۷
۲۰۷۸۸۸
۲۰۷۸۸۹
۲۰۷۸۹۰
۲۰۷۸۹۱
۲۰۷۸۹۲
۲۰۷۸۹۳
۲۰۷۸۹۴
۲۰۷۸۹۵
۲۰۷۸۹۶
۲۰۷۸۹۷
۲۰۷۸۹۸
۲۰۷۸۹۹
۲۰۷۹۰۰
۲۰۷۹۰۱
۲۰۷۹۰۲
۲۰۷۹۰۳
۲۰۷۹۰۴
۲۰۷۹۰۵
۲۰۷۹۰۶
۲۰۷۹۰۷
۲۰۷۹۰۸
۲۰۷۹۰۹
۲۰۷۹۱۰
۲۰۷۹۱۱
۲۰۷۹۱۲
۲۰۷۹۱۳
۲۰۷۹۱۴
۲۰۷۹۱۵
۲۰۷۹۱۶
۲۰۷۹۱۷
۲۰۷۹۱۸
۲۰۷۹۱۹
۲۰۷۹۲۰
۲۰۷۹۲۱
۲۰۷۹۲۲
۲۰۷۹۲۳
۲۰۷۹۲۴
۲۰۷۹۲۵
۲۰۷۹۲۶
۲۰۷۹۲۷
۲۰۷۹۲۸
۲۰۷۹۲۹
۲۰۷۹۳۰
۲۰۷۹۳۱
۲۰۷۹۳۲
۲۰۷۹۳۳
۲۰۷۹۳۴
۲۰۷۹۳۵
۲۰۷۹۳۶
۲۰۷۹۳۷
۲۰۷۹۳۸
۲۰۷۹۳۹
۲۰۷۹۴۰
۲۰۷۹۴۱
۲۰۷۹۴۲
۲۰۷۹۴۳
۲۰۷۹۴۴
۲۰۷۹۴۵
۲۰۷۹۴۶
۲۰۷۹۴۷
۲۰۷۹۴۸
۲۰۷۹۴۹
۲۰۷۹۵۰
۲۰۷۹۵۱
۲۰۷۹۵۲
۲۰۷۹۵۳
۲۰۷۹۵۴
۲۰۷۹۵۵
۲۰۷۹۵۶
۲۰۷۹۵۷
۲۰۷۹۵۸
۲۰۷۹۵۹
۲۰۷۹۶۰
۲۰۷۹۶۱
۲۰۷۹۶۲
۲۰۷۹۶۳
۲۰۷۹۶۴
۲۰۷۹۶۵
۲۰۷۹۶۶
۲۰۷۹۶۷
۲۰۷۹۶۸
۲۰۷۹۶۹
۲۰۷۹۷۰
۲۰۷۹۷۱
۲۰۷۹۷۲
۲۰۷۹۷۳
۲۰۷۹۷۴
۲۰۷۹۷۵
۲۰۷۹۷۶
۲۰۷۹۷۷
۲۰۷۹۷۸
۲۰۷۹۷۹
۲۰۷۹۸۰
۲۰۷۹۸۱
۲۰۷۹۸۲
۲۰۷۹۸۳
۲۰۷۹۸۴
۲۰۷۹۸۵
۲۰۷۹۸۶
۲۰۷۹۸۷
۲۰۷۹۸۸
۲۰۷۹۸۹
۲۰۷۹۹۰
۲۰۷۹۹۱
۲۰۷۹۹۲
۲۰۷۹۹۳
۲۰۷۹۹۴
۲۰۷۹۹۵
۲۰۷۹۹۶
۲۰۷۹۹۷
۲۰۷۹۹۸
۲۰۷۹۹۹
۲۰۷۱۰۰
۲۰۷۱۰۱
۲۰۷۱۰۲
۲۰۷۱۰۳
۲۰۷۱۰۴
۲۰۷۱۰۵
۲۰۷۱۰۶
۲۰۷۱۰۷
۲۰۷۱۰۸
۲۰۷۱۰۹
۲۰۷۱۱۰
۲۰۷۱۱۱
۲۰۷۱۱۲
۲۰۷۱۱۳
۲۰۷۱۱۴
۲۰۷۱۱۵
۲۰۷۱۱۶
۲۰۷۱۱۷
۲۰۷۱۱۸
۲۰۷۱۱۹
۲۰۷۱۲۰
۲۰۷۱۲۱
۲۰۷۱۲۲
۲۰۷۱۲۳
۲۰۷۱۲۴
۲۰۷۱۲۵
۲۰۷۱۲۶
۲۰۷۱۲۷
۲۰۷۱۲۸
۲۰۷۱۲۹
۲۰۷۱۳۰
۲۰۷۱۳۱
۲۰۷۱۳۲
۲۰۷۱۳۳
۲۰۷۱۳۴
۲۰۷۱۳۵
۲۰۷۱۳۶
۲۰۷۱۳۷
۲۰۷۱۳۸
۲۰۷۱۳۹
۲۰۷۱۴۰
۲۰۷۱۴۱
۲۰۷۱۴۲
۲۰۷۱۴۳
۲۰۷۱۴۴
۲۰۷۱۴۵
۲۰۷۱۴۶
۲۰۷۱۴۷
۲۰۷۱۴۸
۲۰۷۱۴۹
۲۰۷۱۵۰
۲۰۷۱۵۱
۲۰۷۱۵۲
۲۰۷۱۵۳
۲۰۷۱۵۴
۲۰۷۱۵۵
۲۰۷۱۵۶
۲۰۷۱۵۷
۲۰۷۱۵۸
۲۰۷۱۵۹
۲۰۷۱۶۰
۲۰۷۱۶۱
۲۰۷۱۶۲
۲۰۷۱۶۳
۲۰۷۱۶۴
۲۰۷۱۶۵
۲۰۷۱۶۶
۲۰۷۱۶۷
۲۰۷۱۶۸
۲۰۷۱۶۹
۲۰۷۱۷۰
۲۰۷۱۷۱
۲۰۷۱۷۲
۲۰۷۱۷۳
۲۰۷۱۷۴
۲۰۷۱۷۵
۲۰۷۱۷۶
۲۰۷۱۷۷
۲۰۷۱۷۸
۲۰۷۱۷۹
۲۰۷۱۸۰
۲۰۷۱۸۱
۲۰۷۱۸۲
۲۰۷۱۸۳
۲۰۷۱۸۴
۲۰۷۱۸۵
۲۰۷۱۸۶
۲۰۷۱۸۷
۲۰۷۱۸۸
۲۰۷۱۸۹
۲۰۷۱۹۰
۲۰۷۱۹۱
۲۰۷۱۹۲
۲۰۷۱۹۳
۲۰۷۱۹۴
۲۰۷۱۹۵
۲۰۷۱۹۶
۲۰۷۱۹۷
۲۰۷۱۹۸
۲۰۷۱۹۹
۲۰۷۲۰۰
۲۰۷۲۰۱
۲۰۷۲۰۲
۲۰۷۲۰۳
۲۰۷۲۰۴
۲۰۷۲۰۵
۲۰۷۲۰۶
۲۰۷۲۰۷
۲۰۷۲۰۸
۲۰۷۲۰۹
۲۰۷۲۱۰
۲۰۷۲۱۱
۲۰۷۲۱۲
۲۰۷۲۱۳
۲۰۷۲۱۴
۲۰۷۲۱۵
۲۰۷۲۱۶
۲۰۷۲۱۷
۲۰۷۲۱۸
۲۰۷۲۱۹
۲۰۷۲۲۰
۲۰۷۲۲۱
۲۰۷۲۲۲
۲۰۷۲۲۳
۲۰۷۲۲۴
۲۰۷۲۲۵
۲۰۷۲۲۶
۲۰۷۲۲۷
۲۰۷۲۲۸
۲۰۷۲۲۹
۲۰۷۲۳۰
۲۰۷۲۳۱
۲۰۷۲۳۲
۲۰۷۲۳۳
۲۰۷۲۳۴<br

جس کا مفہوم خاطب الیہ کے ذہن میں بات کو پیوست کرنا ہے۔ ایسا کرنے سے سائیں قرآن کی تعالیٰ مکالمات کو بخوبی سمجھتے لگتے ہیں اور ان کے دلوں میں اور دماغوں میں وہی لذت اور شرُور پیدا ہوتے ہیں جو نظم کو ایک بار پڑھنے کے بعد پھر سے دُہرانے پر ہوتے ہیں۔

قرآن کے اس تاریخی منظر کا اکٹشاف عبد الشرکے بندپایا ہے عالم ہونے کا ایک زبردست ثبوت ہے۔ سورہ یوسف کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ فدا نے محمد المصلحتی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سورہ میں آگاہ کیا ہے کہ آپ پر بھی ایسی افتادائے والی ہے۔ چنانچہ اس میں ان تمام بالوں کا ذکر ہے جو قریش کے ہاتھوں ختمی مرتبہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سہنے پڑے۔

پیغمبروں کے خرق عادات پر دولوی میں، ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ گچھ ہر ایک نے اپنا اپنا طرزِ عمل اور اندازِ بیان اختیار کیا ہے۔ عبد اللہ کی رائے میں شریعت کے احکام عقل کے درک سے بالآخر ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے پیغمبر کو ایسی بات کرنی پڑتی ہے جو خرق عادت تصور ہو اور ان کے مشن کی کامیابی میں مدد و معاون ثابت ہو۔ کچھ پیغمبر ایسے بھی آئے ہیں جو صاحب شریعت ہنسن تھے مثلاً ہود۔ انھیں خرق عادت سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ عقیل سلم ان کی بالوں کو مان لیتی تھی۔ سورہ ہود میں ارشاد ہوا ہے۔ "اے ہود! آپ نے کوئی مجرمہ نہ دکھایا۔"

شاہ صاحب بھی ان خرق عادات والے کارناموں کی افادیت کو ایک شبیہ کے طور پر یوں بیان کرتے ہیں۔ کہ اللہ نے اپنے مگراہ بندوں کی بدائیت کے لیے اپنے پیغمبر مجیے جو دنائی اور بیند و صحیت سے اللہ کے بندوں کو مطمئن کرتے ہیں اور راہ راست پر لگاتے ہیں۔ اس کو دوسری مثال سے یوں کہہ دیجیے کہ ایک مالک نے اپنے بیار توکروں کے علاج کے لیے ایک بھروسے والا معالج مقرر کیا جو بیماروں کو سمجھاتا ہے کہ اس کا علاج نہایت آسان ہے اور اس سے فوری نجات حاصل ہو جائے گی۔ چنانچہ بیمار اس کا کہنا مان لیتے ہیں اور

لہ یہود ماجھتنا بیتیتہ۔

اپنے موالع کے ہاتھوں بالکل اطمینان سے علاج کرایتے ہیں۔

عبداللہ کی تفسیر میں زیادہ تر سیاسی پہلو نظر آتا ہے۔ انھوں نے "اہم الرحمن" کی دوسری جلد کے ابتدائی حصہ میں لکھا ہے کہ سورہ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے وضاحت کے ساتھ بتا دیا ہے کہ نظام عالم کی بنیاد دین اور ایسیم پر رکھی جاسکتی ہے۔ یہودیت اور عیسائیت سے یہ کام انجام نہیں پاسکتا۔ مزید برا آئی وہ کہتے ہیں کہ قرآن کے احکام کی خلاف ورزی غلامی کو دعوت دینے کے متادف ہے۔ توراة اور انجیل کے نازل ہونے کا مقصد بھائی تھا۔ لیکن موسیٰ اور عیسیٰ کے ماننے والے بے بس اور کم مایہ لوگ تھے میں چنانچہ انھیں یہ مقصد حاصل نہ ہوا۔ اس کے بعد مُحَمَّد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقی بلند ہو صلہ اور باصلاحیت تھے۔ اور ان پڑھتے تھے۔ لہذا مخالفت کا سوال ہی پیدا نہ ہوا اور کامیابی نے ان کے قدم پُھنچے۔ عیسائیوں نے حضرت میسیٰ کی پرستش کی اور یہی سبب منتع ہوا کہ وہ اپنے بادشاہوں کی بھی پرستش کریں۔ پھر نظام عالم کی فلاج و بہبود کا سوال ہی شرپا۔ عبد اللہ کے نزدیک اہل ثروت اور شخصی امربیت والے لوگ انسانی معاشر کو تشریط کر دیتے ہیں۔ شاہ صاحب نے بھی اس پر کافی زور دیا ہے۔ اسی کتاب میں اس سے آگے کے ساتھ صفحوں کے بعد عبد اللہ جو جمیل اللہ البالغہ کی افادیت کو سرداشت ہوئے کہتے ہیں کہ اسلامی انقلاب میں تمام قسم کی ملوکیت کا خاتمه ہو جا گا ہے۔

میرے خیال میں عبد اللہ نہ صرف ملوکیت کے خلاف معلوم ہوتے ہیں بلکہ وہ مر تا سر اشتر اکیت سے متأثر لگتے ہیں۔ مگر ان سب بالوں کو شاہ ولی اللہ پر تکوپنیا درست نہیں ہے۔ آج کل کئے مصنفوں بشمولیت عبد اللہ، شاہ ولی اللہ کو اجتماعی اور سیاسی نقلاً کا تمام تر ذمہ دار لٹھرا تے ہیں۔ یہ صرف مبالغہ اور مفتوہ ہے۔ شاہ صاحب کی تصنیفات کو کھنگالیے تو معلوم ہو گا کہ ان میں اجتماعی اور سیاسی باتیں کم ہی ہیں مگر ان کو پڑھنے کے بعد جو تاثر ملتا ہے وہ بہت زور دار ہیں۔ جو جمیل اللہ البالغہ کے پہلے حصہ میں انھوں نے نہایت واشکاف فنفوں میں کہا ہے کہ ایران اور روما کے شہنشاہوں کا سلامان عیش غریب عوام کے کندھوں پر ایک بھاری بوجھ تھا۔ ان کے افران کاشت کاروں اور

جید آباد
نومبر۔ دسمبر ۱۹۷۶ء
تاجروں پر بڑے بڑے ٹیکس لگانے پر مجبور تھے اور رعایا مظلوم جانوروں کی سی زندگی
مگر اتنی تھی۔ اسی کتاب کے دوسرے حصہ میں ایک اور عبارت آتی ہے جو بہت کم شہزاد
کے طور پر پیش کی گئی ہے لیکن اس میں اشتراکیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ وہ یہ
ہے:-

”جائدار کا مطلب یہ ہوا کہ اگر کوئی کاشت کار کسی قطعہ اراضی پر کاشت
کرے تو وہ اس پر اپنا حق زیادہ ثابت کر سکتا ہے بہ نسبت اپنے غیر کے“
شاہ ولی اللہ کے نامنامے تشنہ رہ جاتے ہیں اگر ہم ان کے فارسی ترجمہ قرآن کا
ذکر چھوڑ دیں۔ یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ مسلمانوں میں قرآن کا ترجمہ اچھی نگاہ سے
نہیں دیکھا جاتا تھا۔ لیکن شاہ ولی اللہ نے قرآن کا ترجمہ کرنا ضروری سمجھا۔ وجہ یہ تھی کہ
مسلمانوں کی بھاری اکثریت عربی زبان سے نا آشنا تھی۔

اس معاملے میں عبد اللہ دو قدم اور آگے معلوم ہو رہے ہیں۔ سورہ النساء کی
۲۴ ویں آیت کی تفسیر میں وہ فرماتے ہیں کہ اگر بغیر سمجھے بُو جھے قرآن مجید پڑھے تو یہ بھی
نشہ رہی ہوا۔ اس کیلئے یہ لازم ہے کہ وہ نماز میں بھی ترجمہ پڑھے تاکہ اسے معلوم ہو کر
وہ کیا پڑھ رہا ہے۔

اسی طرح حوا کی پیدائش کے بارے میں دونوں ہم نوا معلوم ہوتے ہیں۔ دیکھئے ”تاویل
الاحادیث“ اور ”خلاصۃ القرآن“۔ شاہ ولی اللہ کہتے ہیں کہ بہشت میں بھی آدم علیہ السلام
میں شہوانی خاصیت موجود تھی۔ اسی بنا پر انھیں اپنے ہم جنس عورت کی جستجو رہی۔
اسی شہوت کے غلبے نے آدم کے ذہن میں عورت کا تصور قائم کیا اور عورت وجود میں
آئی۔ عبد اللہ بھی اپنی تفسیر میں کچھ ایسے ہی خیالات کا اظہار کرتے ہیں لیکن اسی پر

لَهُ يَأْتِيهَا الَّذِينَ أَمْنَوْا لَا تَقْرُبُوا الْأَصْلَوَةَ وَأَنْتُمْ مُسْكَنٌ إِلَيْهِ تَعْلَمُوا مَا تَفْعُلُونَ۔
اے مؤمنو! نماز کے قریب نہ آؤ۔ جب تم نشہ میں ہو۔ یہ پابندی اس وقت تک ہے کہ تم جو کچھ کہتے ہو
اے سمجھنے گو۔

الولی حیدر آباد

لوبہر۔ دسمبر ۱۹۵۴ء
اکتنا نہیں کرتے۔ ان کے خیال میں قرآن میں حوار کی آدم سے پیدائش کا قصہ اس نے بیان کیا گیا ہے کہ معمولی سے معمولی آدمی بھی انسانی پیشووا کا تصور انسانی سے سمجھ لے۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ حوار آدم کی سُکنی بہن تھی کیونکہ وہ بھی ا نوع انسانی کے آدم کی بیٹی تھی جیسا کہ سورہ النساء کی پہلی آیت میں ذکر آیا ہے کہ ایک بھی نفس سے تم پیدا ہوئے ہو۔ ہم نے اب تک شاہ ولی اللہ اور عبید اللہ کی ہم آہنگی کا ذکر کیا ہے۔ اب ہم ان دونوں میں فحش فیحیات کا ذکر کریں گے ۔

ہندو مذہب کے متعلق دونوں کی رایوں میں اختلاف ہے۔ شاہ ولی اللہ ہندوؤں کو مشرک سمجھتے ہیں۔ لیکن عبید اللہ کا رویہ اس بارے میں نہ ہے۔ وہ سورہ العقرہ کی ۵۹ وی آیت میں صابئین کرتین گروہوں میں تقسیم کرتے ہیں (۱۱-۱۲) جو سی گروہ ہیں اور (۱۳) بُعدِ مت ولے۔ سورہ جب کی پہلی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ قرآن کی تبلیغ کا مرکز حضرت ابراہیم کی مرزاوم تھی۔ اس کے باہر قوم جن کی قلمرو ہے جو دریا میں واقع ہے اور وہاں سے قرآن کا پیغام ان لوگوں تک پہنچتا ہے جو متأمن ہیں اور دُنیا و مافہیما سے کنارہ کش ہو گئے ہیں۔ شلا راہیوں کا یا سادھوؤں کا گروہ اور گوتم بودھ کے مسلم پرچلنے والے لوگ۔

ہندوؤں کے بارے میں اجتماعی خیالات کا سُراغ عبید اللہ نے سورہ النساء کی ہوئی آیت سے لگایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں زکوٰۃ حاصل کرنے والے یتیم اور صاحبِ رشتہ دار ہو سکتے ہیں۔ لیکن ترددیک والا اور دور والابڑوی کے الفاظ اس بات کی غمازی

لَهُ يَا يَاهَا النَّاسُ أَتَقْوَى مِنْ رَبِّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مَنْ نَفِقَ وَأَنْجَدَهُ

لَهُ أَنَّ الَّذِينَ أَمْنَوْا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَى وَالصَّابِئِينَ مَنْ أَمْنَى اللَّهُ وَالْيَوْمُ الْآخِرُ وَعَمِلَ صَالِحًا -

لَهُ اسْتَمْعَنَّ نَفْرُ مِنَ الْجِنْ - لَهُ وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَلَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ اَحَدٌ وَبِإِنْدِيَقِ الْقُرْبَى وَالْيَمْنِيَ وَالْمَسَارِكِينَ وَالْجَارَ ذُى الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنْبُ وَالصَّابِئِ بِالْجُنْبِ وَأَبْنِ السَّمَنِ وَمَا مَلَكَتْ أَسْمَانَهُمْ

مُؤْتَوْعَه فهارس مجلات علمیہ | دینی رسائل و جانکاریات اسلامیہ

کرتے ہیں کہ غیر قوم والوں سے بھی یہ سلوک روا ہے۔ حکیم اجل خان نے اس ضمن میں بہت اپھی مثال قائم کی ہے: ان کا فیض سب کیلئے عام ہے خواہ وہ مسلم ہر یا ہندو یا سکھ۔ شاہ صاحب نے کسی وجہ سے مسلم اور غیر مسلم کے ساتھ یہ یکسان سلوک روا ہے میں تمجھا۔ التغییبات الالہیۃ (جلد ۲ صفحہ ۲۴۵) میں وہ فرماتے ہیں کہ انھیں عربی اللش ہر سے پر اور عربی تربابن جانتے پر فخر ہے کیونکہ یہ دونوں باتیں گورالمصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب حاصل کرنے کا باعث ہو سکتی ہیں۔ پھر المیزان الکبیر (خواہ ۹) میں ردقطران میں یہ غیر عربوں کے کمالات بخازی ہیں۔ لیکن عبید اللہ کے ہاں بھی ہونے کا احساس کمری مطلق نہیں پایا جاتا۔ ان کی راستے میں عربوں کے زمانہ عروج میں بھی مذہبی امور کے ثانور فضلہ بھی لوگ تھے پاپی تفسیر میں انہوں نے اپنے ہندی تشدد ہونے پر فخر کیا ہے۔ اور آدمؑ کی بہشت کوشیر میں بتایا ہے۔

ملادہ ازین اور بھی مختلف فیہ باتیں ہیں۔ مثال کے طور پر قرآن کی اس آیت کے ترجمہ پر غور کیجیے۔ ”جب میں نے تجوہ کو (عینی کو) اُمّۃ الْقَدْسِ کی تائید دی“ شاہ ولی اللہ کہتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہوا کہ چریلی نے مریم کی شرمگاہ پر قوم کیا۔ لیکن عبید اللہؑ اسے ”قرآن“ کے متراوف سمجھتے ہیں جو سونہ آل علیؑ کی دوسری آیت میں مذکور ہے اور جس کا مفہوم حظیرۃ القدس سے قریبی تعلق پیدا کرتا ہے۔

غافیکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ عبید اللہ اپنے محترم پیشواؤ کے نتش قدم پر عام طور سے چلتے نظر آتے ہیں لیکن ان میں انہی تعلیم نہیں ہے۔ بعض اوقات وہ اپنی راستے پر قائم رہتے ہیں اور بوقت مزورت ایک جدا گانہ طریقہ بھی اختیار کرتے ہیں۔

لَهُ إِذَا أَيَّدَ تَكْبِيرُ رُوحُ الْقُدُسِ - (سورۃ المائدۃ)
لَهُ وَأَنْزَلَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ مِنْ قِبْلٍ هُدًى لِّلنَّاسِ وَأَنْزَلَ الْفُرْقَانَ -